International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

منصوص وغیر منصوص ادلہ فقہائے کرام کی آرا کی روشنی میں

The stipulated and not stipulated clues in the light of opinions of Islamic jurists

Arshad Aziz,
Lecturer,
Government Graduate College, Mianwali Punjab, Pakistan
Email: arshadaziz207@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0003-1480-482X

To cite this article: Arshad Aziz. 2021. "The stipulated and not stipulated clues in the light of opinions of Islamic jurists". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 19-35.

Journal:	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 19-35
Publisher:	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/3-2-2/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u02
Journal Homepage:	www.islamicjournals.com
Published:	December 31st, 2021
License:	This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)

Abstract:

According to the principles of Islamic jurisprudence "Argument" is the source with which we reach the Islamic command after valid thinking and consideration. The source of Islamic jurisprudence is known as "Adilatil ahkam (ادلۃ الاحکام). According to Mulana Taqi Ameeni these sources are twelve in number. There are three kinds of these sources. One kind of these sources is that on which all Muslims and their Mujtahedeens are agreed. These sources are Quran and Sunnah. The second kind of these sources is that on which majority of Muslim Imams are agreed. These are Ijma and Qias. The third kind of these sources is that on which religious scholars are different. According to some Islamic scholars Istehsan, masalah mursala, urf,Taamul e Madina are independent sources of Islamic jurisprudence. But some religious scholars did not consider them as a source of Islamic Jurisprudence. So, this research work shows that what is the importance of these sources in the views of four imams of Islamic fiqh.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Usool-e-Fiqh, Principles of Islamic Law, Islamic Law

1. تعارف:

ادلۃ الاحکام سے مراد وہ دلائل ہیں جن کے ذریعہ روزمرہ زندگی کے مسائل کا شرعی حل تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ شرعی دلائل دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو نص سے ثابت ہیں منصوص کہلاتے ہیں اور دوسرے وہ جو نص سے ثابت نہیں ہیں غیر منصوص کہلاتے ہیں۔ منصوص اور غیر منصوص کی تفریق میں اختلاف ہے۔ ان شرعی دلائل کی زیادہ سے زیادہ تعداد بارہ بیان کی گئی ہے۔ تاہم اہل سنت کے نزدیک زیادہ مشہور چار شرعی دلائل ہیں یعنی قرآن، سنت، اجماع، قیاس۔ ان شرعی دلائل کو مآخذ شریعہ یا مصادر شرعیہ بھی کہا جاتا ہے۔ بعض شرعی دلائل کسی خاص فقہی مکتب فکر کا امتیازی نشان بھی سمجھے جاتے ہیں: مثال کے طور پر استحسان فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیت ہے جبکہ مصالح مرسلہ اور تعامل اہل مدینہ امام مالکؒ کے فقہی مکتب فکر کی ایک نمایاں خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح کتاب اللہ سے وہ آیات مراد ہوں گی جن میں شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں جبکہ حدیث سے وہ احادیث مراد ہوں گی جن میں شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک ایسی جامع آیت موجود ہے جس میں ادلہ اربعہ کو بیان کیا گیا ہے اور دیگر شرعی دلائل کو ان چاروں میں داخل تسلیم کیا گیا ہے۔ تاہم قیاس کے ردو قبول میں دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ سابقہ شرائع سے احکامات اس وقت ثابت ہوں گے جب ان کو اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول نے بیان کیا ہو۔

ہر فقیہ کے نزدیک ردو قبول کا اپنا معیار ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کتاب و سنت کے بعد جس صحابی کا قول اختیار کرنا چاہیں اختیار کر لیتے ہیں تاہم تابعین کا قول اختیار نہیں کرتے بلکہ خود اجتہاد کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ دیگر مجتہدین سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

امام مالکؒ کے دور میں کئی گمراہ فرقے وجود میں آچکے تھے لیکن انہوں نے کتاب و سنت کو لازم پکڑا۔ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے تعامل کو حجت قرار دیا۔ خبر واحد کی قبولیت کے بارے میں شرط یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو۔

امام شافعیؒ صحابہ کرامؓ کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کے موافق ہو۔ وہ صحیح حدیث پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اصول فقہ پر ان کی بہترین کتب "الرسالہ" اور کتاب "الام" ہیں، جو بلند مقام کی حامل ہیں۔ آپ نے اپنی کتب میں شرعی دلائل پر تفصیل سے بحث کی ہے ، جس کی وجہ سے یہ اصول فقہ کی اولین کتب شمار کی جاتی ہیں۔ آپ پہلے فقیہ ہیں جنھوں نے روایت کے قواعد وضع کئے۔

امام احمد بن حنبل کے ہاں فتاویٰ کے چند اہم اصول ہیں۔ وہ نص کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ وہ متفق اقوال یا ایسے اقوال صحابہ اختیار کرتے ہیں جو نصوص کے قریب ہوں۔ وہ مرسل اور ضعیف احادیث کو بھی اختیار کرتے ہیں۔ وہ ایسی ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں جس کے خلاف کوئی اثر، قول صحابی یا اجماع نہ ہو۔

شرعی احکامات کو مستنبط کرنے کے لئے شرعی دلائل بہت اہم ہیں۔ اسلام زمانے کا ساتھ دینے والا دین ہے اور اس نے تمام زمانی تغیرات میں مسائل کا حل پیش کرنا ہے۔ عصر حاضر میں پیش آنے والے کئی جدید فقہی مسائل شرعی دلائل کا علم حاصل کئے بغیر حل نہیں کئے جا سکتے۔ اجتہاد کرنے میں یہ دلائل اہم سنگ میل ثابت ہوتے ہیں۔ تاہم اہلسنت کے چار اہم مکاتب فکر ہیں اور یہ چار اہم فقہا سے متعلق ہیں۔ شرعی دلائل کے بارے میں فقہاء کی آراجاننے سے فقہی مسائل کو حل کرنے میں آسانی ہوگی۔ زمانی تغیرات سے پیدا ہونے والی مشکلات کا ازالہ ہوگا۔ دین کی صحیح راہ معلوم ہو سکے گی۔

.2 منصوص اور ادلہ کا مفہوم:

2.1. منصوص کا لغوی مفہوم :

منصوص کا لفظ "نص" سے اسم مفعول ہے۔ نص کے لغوی معنی کھود کھود کر پوچھنا، چھان بین کرنا، ظاہر آشکار، قطعی حکم، ناطق حکم ، قرآن پاک کی وہ آیتیں جو صاف اور صریح ہوں، وہ کلام جو واضح اور صاف ہو۔ اس کی جمع نصوص آتی ہے۔[1]

لغوی طور پر نصصت الشئ سے ماخوذ ہے اور اس جملہ کا استعمال تب ہوتا ہے جب تو اس شی کو بلند یا ظاہر کرے۔ المنصوص علیہ کا معنی المبین اور المعین کیا گیا ہے۔[2]

2.2. نص کی تعریف:

اصول الشاشی میں نص کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

النص ماسیق الکلام الی اجله

نص وہ ہے جس کی وجہ سے کلام لایا گیا ہو۔

یعنی کلام کے ظاہر کرنے سے جو چیز مقصود ہوتی ہے وہ نص کہلاتی ہے۔[3]

اصول فقہ الاسلامی میں نص کی تعریف یوں کی گئی:

هو ما دل على معناه بنفس الصيغة و كان مسوقا لافادة هذا المعنى واحتمل التاويل والتخصيص

نص سے مراد وہ لفظ ہے جو بذات خود اپنے معنی پر دلالت کرے اور وہ اسی معنی کے افادہ کے لئے ذکر کیا گیا ہو اور تاویل و تخصیص کا احتمال رکھتا ہو۔[4]

ڈاکٹر صبحی صالح "محکم" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محکم وہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح ہو اور اس میں کوئی خفا و اشتباہ نہ ہو۔ نص اور ظاہر بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ نص وہ ہے جس کو راجح متبادر معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو اس لئے نص کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے"۔[5]

2.3. ادلہ کا مفہوم:

المنجد میں لفظ "ادلہ" کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ادلہ دلیل کی جمع ہے۔ دلیل کے معنی رہنما اور مرشد کے ہیں یعنی جس سے رشد و ہدایت ملے۔[6]

امام راغب اصفہانی "دلالة" کی توضیح میں لکھتے ہیں:

---

[1]Molvi Ferozuddin, Ferozullughat (Lahore, Feroz sons) P: 1361.
[2] Muhammad Anwar , AlWassol al alasool fi usool alfiqh (Lahore: ZiaulQuran Publishers ,1998AD)P :75
[3] Mulana jameel Ahmed Sucrodvi ,Ajmal ul Hawashai (Multan : Maktaba Haqania)P:107
[4] Muhammad Anwar , AlWassol al alasool fi usool alfiqh (Lahore: ZiaulQuran Publishers ,1998AD)P :75
[5]Dr Subhi Salah ,Translator Ghulam Ahmad Hariri,Mabahis fi Uloom ul Quran (Faisalabad :Malik Sons ,2007AD) P : 401.
[6] Louis Maalouf , AlMunjid (Karachi,Darulishaat,1960AD)P: 391

"الدلالة کے معنی جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو۔ جیسے الفاظ کا معانی پر دلالت کرنا اور اشارات ورموز اور کتابت کا اپنے مفہوم پر دلالت کرنا۔ اصل میں لفظ "دلالۃ "کنایۃ وامارۃ کی طرح مصدر ہے۔۔۔۔اور دلیل صیغہ مبالغہ ہے"۔[7]

2.4. مآخذ کا مفہوم:

ادلہ کی جگہ پر لفظ مآخذ بھی استعمال ہوتا ہے، مثال کے طور پہ فقہ اسلامی کے مآخذ۔ مآخذ سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے قانون اخذ کیا جاتا ہے یا وہ مقامات ہیں جہاں سے قانون دلائل کے ساتھ حاصل کیے جاتے ہیں۔ جس فن میں ان ذرائع اور مقامات پر بحث ہوتی ہے وہ اصول فقہ کہلاتا ہے۔[8] قانون کی کتابوں میں ماخذ کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

1۔ماخذ صوری : قانون کا وہ ماخذ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنا جواز اور اثر حاصل کرتا ہے۔

2۔ماخذ مادی: قانون کا وہ ماخذ ہے جس سے قانون اپنا مواد حاصل کرتا ہے۔

اس طرح ایک کے ذریعہ مواد کی فراہمی ہوتی ہے اور دوسرے کے ذریعہ قانون کا کردار اور مقام متعین ہوتا ہے۔ فقہ اسلامی کا ماخذ صوری مسلم کے لیے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہے اور غیر مسلم کے لیے سلطنت کی مرضی واختیار حاصل کرنا ہے۔[9]

3. فقہ اسلامی کے ماخذ :

تقی امینی صاحب لکھتے ہیں۔ فقہ اسلامی کے مادی ماخذ عمومی حیثیت سے بارہ ہیں

(1) قرآن حکیم (2) سنت (3) اجماع (4) قیاس (5) استحسان (6) استدلال (7) استصلاح (8) مسلمہ شخصیات کی آرا (9) تعامل (10) عرف اور رسم ورواج (11) ماقبل کی شریعت (12) ملکی قوانین۔[10]

علامہ ابن خلدونؒ اپنے مقدمہ میں اصول فقہ کی اہمیت اور اس کی قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اصول فقہ علوم شرعیہ کے بلند مرتبہ اور جلیل القدر علوم میں سے ہے جس کے بڑے فائدے ہیں، اور یہ علم ادلۂ شرعیہ میں اس حیثیت سے غور و فکر کرنے کا نام ہے کہ ان ادلہ سے استنباط احکام کیا جاسکے، اور ادلۂ شرعیہ کے اصل الاصول کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔"[11]

3.1. منصوص ادلہ:

منصوص ادلہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسولؐ، شرائع ماقبل اور جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہو ان میں صحابہ کے آثار۔[12]

---

[7] Imam Raghib Asphani,Translator Mulana Muhammad Abduhu,Mufradatul Quran (Lahore : Ahlehadees Academy ,1971 AD)P: 346

[8] Muhammad Taqi Amini ,A Historical Background of Islamic jurisprudence (Lahore :Islamic Publications ,1983 AD)P: 71

[9] A Historical Background of Islamic jurisprudence (Lahore :Islamic Publications ,1983 AD)P: 71,72,73

[10] Ibid.

[11] Allama Raghib Attabakh, Translator Mulana Iftikhar Ahmed Balkhi,Tareekh Afkar w uloom e islami(Lahore : Islamic Publications,1989AD)P:23.

[12] Molana Khalid Saifullah Rehmani ,Qamoos ul Fiqh(Karachi: Zam zam Publishers,2007AD)V:1,P:324.

3.2. غیر منصوص ادلہ :

غیر منصوص ادلہ میں اجماع اور قیاس شامل ہیں۔[13]

تقی امینی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"اصول فقہ کی کتابوں میں صراحتاً پہلے چار کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ماخذ کو بعض میں داخل سمجھا گیا ہے اور اختصار کے طور پر صرف چار کا ذکر کر کے ان کی تعبیر و توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ ان کے عموم میں بقیہ داخل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قیاس کے عموم میں استحسان، استصلاح وغیرہ داخل ہیں۔ اجماع میں تعامل اور رسم ورواج داخل ہیں۔ ماقبل کی شریعت قرآن یا حدیث کے عموم میں آتی ہے۔ ملکی قانون تعامل میں شمار ہو سکتے ہیں۔ رائیں اگر قیاس پر مبنی ہیں تو ان کا شمار قیاس میں ہو گا، ورنہ وہ سماع پر محمول حدیث کے ذیل میں آجائیں گی۔ استدلال بھی قیاس کے قریب ہے اگرچہ اس کا مفہوم قیاس سے زیادہ وسیع ہے۔"[14]

مولانا جمیل احمد سکروڈوی اپنی کتاب "اجمل الحواشی" کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

" شرائع سابقہ احکام سے اس وقت ثابت ہوتے ہیں جب ان کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہو اور ان پر نکیر نہ کیا ہو اور اگر ان کو اللہ یا رسول نے بیان نہ کیا ہو یا بیان تو کیا ہو مگر بیان کرنے کے بعد صراحتاً یا دلالتاً انکار کر دیا تو اس وقت شرائع سابقہ ہمارے لیے حجت نہ ہوں گے اور ان سے احکام ثابت نہ ہوں گے اور شرائع سابقہ کو جب بلا انکار اللہ نے بیان کیا ہو تو وہ شرائع کتاب اللہ کے ساتھ لاحق ہو جائیں گے اور اگر رسول اللہ نے بیان کیا ہو تو وہ سنت رسول اللہ کے ساتھ لاحق ہو جائیں گے اور جب ایسا ہے تو شرائع سابقہ مستقل حجت نہ ہوں گے اور تعامل ناس یہ ہے کہ لوگوں کی آرا کسی چیز پر متفق ہو جائیں اور لوگوں کی آرا کسی چیز پر متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ لہذا اجماع کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور جب ایسا تعامل ناس مستقل حجت نہ رہی اور قول صحابی سے احکام ثابت ہوں تو ہم کہتے ہیں کہ صحابی کا قول یا تو قیاس و عقل کے موافق ہو گا یا مخالف ہو گا ۔ اگر اول ہے تو قول صحابی کے ساتھ لاحق ہو گا اور اگر ثانی ہے تو وہ سنت کے ساتھ لاحق ہو گا کیونکہ صحابی جب کوئی بات خلاف قیاس یا خلاف عقل کہتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ صحابی نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے مگر آپ کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا ہے اور جب ایسا ہے تو قول صحابی بھی مستقل حجت نہ ہوا اور رہا استصحاب تو وہ بھی قیاس کے ساتھ لاحق ہے کیونکہ استصحاب کہتے ہیں کسی چیز کی موجودہ حالت کو سابقہ پر قیاس کرنا۔ الغرض استصحاب بھی ایک قسم کا قیاس ہی ہوتا ہے اور جب استصحاب قیاس ہے تو قیاس کے ساتھ لاحق ہو گا مستقل حجت نہ ہو گی۔۔ جب یہ مستقل حجتیں نہیں رہیں بلکہ مذکورہ چار (قرآن، سنت اجماع ، قیاس) میں سے کسی ایک کے ساتھ ملحق ہے تو فقہ کے اصول چار ہی رہے "۔[15]

---

[13] Ibid.

[14] A Historical Background of Islamic jurisprudence (Lahore :Islamic Publications ,1983 AD)P:72,73.

[15] Mulana jameel Ahmed Sucrodvi , Ajmal ul Hawashai (Multan : Maktaba Haqania)P:22،23

اصول الشاشی میں اُصول فقہ کی تعریف میں تحریر ہے:

"فان اصول الفقه اربعة كتاب الله تعالى وسنة رسوله واجماع الامة و القياس فلا بد من البحث فى كل واحد من هذه الاقسام ليعلم بذلك طريق تخريج الاحكام"۔[16]

اصول فقہ چار ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس ۔ ان چاروں اقسام میں سے ہر ایک قسم میں بحث کرنا ضروری ہے تاکہ اس بحث سے احکام شرعیہ کے نکالنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

تقی امینی لکھتے ہیں:

"اصل ماخذ صرف قرآن ہے سنت بھی اس کی تشریح اور عملی زندگی میں متشکل کرنے کے لیے اسی کی تعبیر ہے۔۔۔اجماع وقیاس کی ترتیب و تنظیم قرآن وسنت ہی کی مقررہ بنیادوں پر ہوئی ہے"۔[17]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں :

"چونکہ اسلامی نقطہ نظر سے قانون کا اصل سرچشمہ اللہ تعالی کی ذات پاک ہے اس لیے شریعت کا تمام قوانین کا رشتہ بہر حال اللہ تعالی ہی سے ہے، البتہ بعض احکام کی نسبت صراحتاً اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور بعض احکام قرآن وحدیث سے ثابت ہونے والے اصول و قواعد کی روشنی میں اہل علم نے استنباط کیے ہیں ان کی بھی بالواسطہ اللہ تعالی کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلا ذریعہ معصوم ہے، اگر قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت یقینی ہو تو اس میں غلطی کا احتمال نہیں اور دوسرا ذریعہ معصوم نہیں کیونکہ اس میں انسانی اجتہاد کو دخل ہے اور انسان کی سوچ غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اس طرح قانون شریعت کے مصادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ نصوص، اجتہاد سے ثابت ہونے والے احکام۔[18]

3.3. ادلہ اربعہ پر مشتمل آیت:

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ادلہ اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس کو بیان کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[19]

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکم والے ہیں پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر اور اچھی تاویل ہے۔

---

[16] Ajmal ul Hawashai (Multan : Maktaba Haqania)P:20
[17] A Historical Background of Islamic jurisprudence (Lahore :Islamic Publications ,1983 AD)P:20,73.
[18] Molana Khalid Saifullah Rehmani ,Qamoos ul Fiqh(Karachi: Zam zam Publishers,2007AD)V:1,P:324
[19] Al Quran , 4:59

یہ آیت چاروں ماخذ شریعت کے لیے دلیل ہے۔اطیعوااالله سے مراد کتاب اللہ،اطیعوا الرسول سے مراد سنت رسول اللہ،اولی الامر منکم سے اجماع اور فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول سے قیاس مراد ہے۔

اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو یعنی اس کی کتاب کی اتباع کرو،اللہ کے رسول کی اطاعت کرو یعنی اس کی سنتوں پر عمل کرو اور حکم والوں کی اطاعت کرو یعنی اس چیز میں جو اللہ کی اطاعت ہو،اللہ کے فرمان کے خلاف اگر ان کو کوئی حکم ہو تو اطاعت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسے وقت علماء یا امراء کی ماننا حرام ہے۔۔۔اگر تم میں کسی بارے میں جھگڑا پڑے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف جیسے کہ حضرت مجاہد کی تفسیر ہے۔پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ لوگ جس مسئلہ میں اختلاف کریں خواہ وہ مسئلہ اصول دین سے ہو خواہ فروع دین سے متعلق، اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب و سنت کو حکم مان لیا جائے جو اس میں ہو وہ قبول کیا جائے۔۔۔پس کتاب و سنت جو حکم دے اور جس مسئلہ کی صحت کی شہادت دے وہی حق ہے باقی سب باطل ہے۔یعنی اگر تم ایمان کے دعوی میں سچے ہو تو جس مسئلے کا تمہیں علم نہ ہو یعنی جس مسئلے میں اختلاف ہو،جس امر میں جدا جدا آراہوں ان سب کا فیصلہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے کیا کرو۔جو ان دونوں میں ہو مان لیا کرو،پس ثابت ہوا کہ جو شخص اختلافی مسائل کا تصفیہ کتاب وسنت کی طرف نہ لے جائے وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا"۔[20]

اب ان منصوص وغیر منصوص ادلہ کے بارے میں فقہاء کی آرا کا جائزہ لیتے ہیں۔

4. ادلۃ الاحکام کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی آرا:

کتاب و سنت اور اجماع کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کو حجت مانتے ہیں،ان کے نزدیک ضعیف حدیث اور مرسل حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام نہیں لیا جاسکتا ہے۔امام صاحب نے اپنا فقہی مسلک خود بیان کیا ہے :

"میں ہر مسئلہ کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں جب کہ اس میں ملے اور اس میں نہیں پاتا ہوں تو سنت رسول اللہ اور آپؐ کی صحیح احادیث سے اخذ کرتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ذریعہ ثقہ حضرات کے پاس ہیں،اور جب نہ کتاب اللہ میں اور نہ سنت رسول اللہ میں اس کو پاتا ہوں تو آپؐ کے صحابہ میں سے جس کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں اور ان کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا ہوں،اور جب بات ابراہیم نخعی، شعبی،ابن سیرین،سعید بن مسیب اور دیگر مجتہدین تک پہنچتی ہے تو میرے لیے بھی گنجائش ہوتی ہے کہ جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کروں"۔[21]

امام ابو حنیفہؒ کے اس قول کو ان کے تلامذہ اور منتسبین نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے، قاضی ابو یوسف کی روایت میں یوں ہے کہ

[20] Ibn-e-Kasir, Ismail bin Umer, Translator Mulana Muhammad Juna Ghari(Lahore : Makta –e- Quddosia,1999 AD)V:1,P: 201.

[21] Qazi Athar Mubarikpuri, Seerat of four Imams (Lahore, Idara Islamiat, 1990AD)P: 54,55.

"جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ثقہ راویوں کے ذریعہ ہمارے پاس آتی ہے تو ہم اس کو لے لیتے ہیں اور جب صحابہؓ کے اقوال آتے ہیں تو ہم ان سے باہر نہیں جاتے ہیں اور جب تابعین کے اقوال آتے ہیں تو ہم بھی اپنے اقوال پیش کرتے ہیں"۔[22]

امام صاحب کے سب سے بڑے ناقد خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد عبد اللہ بن مبارک سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

اذا جاء الحدیث عن رسول اللہ ﷺ فعلی الراس والعین، واذا جاء من الصحابۃؓ اخترنا ولم نخرج من قولھم، واذا جاء عن التابعین زاحمناھم ۔[23]

جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ملتی ہے تو سر آنکھوں پر اور جب صحابہ سے بات ملتی ہے تو ہم کسی ایک کو اختیار کر لیتے ہیں اور ان کے قول کے باہر نہیں جاتے ہیں اور تابعین سے بات آتی ہے تو ہم بھی ان کی طرح اجتہاد کرتے ہیں۔

البتہ یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں امام ابو حنیفہؒ کا دوسرے مجتہدین کے نقطہ نظر سے اختلاف ہے، جن کا حاصل روایت شدہ احادیث و آثار میں احتیاط اور تثبت ہے۔ چنانچہ ان کے یہاں صحت حدیث کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد راویوں کے ہاں معروف ہو، راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف نہ ہو اور وہ انفرادی روایت ایسے مسئلہ میں نہ ہو جس میں ابتلائے عام ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کبھی ضرورت یا حدیث یا اصل عام یا قیاس راجح کے مقابلے میں قیاس پر عمل نہیں کرتے اور یہ ان کی اصطلاح میں "استحسان" کہلاتا ہے اور ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام ایسا نہیں جس نے اس قسم کے قیاس یا استحسان سے کام نہ لیا ہو۔ مگر دیگر ائمہ اس کا نام استحسان نہیں رکھتے بلکہ اسے دوسرے ابواب میں داخل کر لیتے ہیں مثلا استصلاح وغیرہ۔ بنابریں کہا جا سکتا ہے کہ "مصالح مرسلہ" بھی حنفیہ کے اصول میں داخل ہیں۔ اگرچہ انہوں نے یہ عنوان اختیار نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حنفیہ نے دوسروں کی بہ نسبت "قیاس واستحسان" میں قدرے توسع سے کام لیا کیونکہ صحت آثار کے سلسلہ میں ان کے یہاں کڑی شرائط ہیں۔[24]

علامہ خضری بک لکھتے ہیں:

"امام مالک اپنے فتاوی میں اولا اعتماد کرتے تھے کتاب اللہ پر، احادیث رسول اللہ ﷺ پر جو ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس بارہ میں ان کا اعتماد علمائے حجاز کے بڑے محدثین پر تھا اور اہل مدینہ کو جس چیز پر عمل کرتے ہوئے پاتے اس کو بڑی اہمیت دیتے خصوصا ائمہ کے تعامل کو جن میں مقدم عمران تھے اور کبھی حدیث کو اس بنا پر چھوڑ دیتے تھے کہ اس پر عمل نہیں ہوا۔۔۔ پھر وہ قیاس پر اعتماد کرتے تھے جبکہ کتاب و سنت کی نص نہ ہو ان کی طرف مصالح مرسلہ پر عمل منسوب کیا گیا ہے جیسے حنفیہ کی طرف استحسان کا قول منسوب ہے اور انہی مصالح مرسلہ کو استصلاح بھی کہتے ہیں اور مصالح مرسلہ کا مطلب وہ مصلحتیں ہیں جن کی شریعت سے بطلان کی

[22] Ibid.
[23] Ibid.
[24] Al Sheikh Muhammad Ali Alsayas, Translator Mulana Muhammad Shahid Moin ,Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P: 31,32.

کوئی دلیل ملتی ہے اور نہ باعتبار نص کے کوئی اعانت ملتی ہے اور اس پر عمل کرنا اس وقت موجب نزاع ہو سکتا ہے"۔ [25]

ڈاکٹر مصطفی سباعی لکھتے ہیں :

" آپ کے اصول مذہب وہی تھے جو دوسرے ائمہ کے یہاں معتبر ہیں یعنی کتاب، سنت ،اجماع، قیاس۔ آپ نے ان پر دو کا اضافہ کیا(۱) تعامل اہل مدینہ (۲) مصالح مرسلہ ۔" [26]

5. ادلۃ الاحکام کے بارے میں امام مالکؒ کی آرا:

امام مالکؒ اپنے اجتہاد میں طریق سلف پر گامزن تھے اور سلف کی طرح کتاب اللہ ،سنت اجماع امت اور قیاس پر علی الترتیب اعتماد کرتے تھے، قاضی عیاض مالکی عقل و شرع کے مطابق اجتہاد کی ترتیب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" تم جب ان ائمہ کے نقطہ نظر اور شریعت میں ان کے فقہی اجتہادات پر اول مرحلہ میں غور کروگے تو دیکھو گے کہ امام مالکؒ ان ہی اصول پر چلتے ہیں،وہ ان کے مراتب و مدارک میں ترتیب ملحوظ رکھتے ہیں،کتاب اللہ کو آثار پر اور آثار کو قیاس و اعتبار پر مقدم رکھتے ہیں،ان آثار کو جو ثقہ اور عارف راویوں سے مروی ہیں یا جن پر جمہور اہل مدینہ کا جم غفیر عمل کرتا آیا ہے ،مقابلہ دوسرے آثار کے مقدم رکھتے ہیں ۔ پھر مشکل مسائل میں توقف اور پیچیدہ مسائل میں گفتگو سے احتیاط کرتے ہیں،اس بنا پر وہ سلف صالحین کے راستے پر چلتے ہیں وہ اتباع کو ترجیح دیتے ہیں اور ابتداع سے نفرت کرتے ہیں۔لہذا امام مالک طریقہ حجازیین کی طرف مائل تھے یعنی حتی الامکان آثار پر توقف کرنا اور حوادث کے پیش آنے سے پہلے فرضی صورتیں تجویز کرکے ان کے احکام معلوم کرنے سے پرہیز کرنا۔" [27]

قاضی اطہر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں

" امام مالک فقہائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں ان کا فقہی مسلک اہل مدینہ خاص طور سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے مطابق تھا،رائے اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے۔" [28]

وہ مزید لکھتے ہیں:

" امام صاحب اتباع سنت میں آگے تھے ،بدعات و محدثات سے سخت متنفر تھے اور عقائد میں کتاب و سنت کے سخت پابند تھے ،ہر دینی معاملہ میں سلف صالحین کو اسوہ و قدوہ بناتے تھے،ان کے دور میں اعتزال، علم کلام، جبر و قدر، رفض و خروج اور طرح طرح کے مسائل و فرق پیدا ہو گئے تھے "۔ [29]

---

[25] Sheikh Muhammad Khizri Bik,Translator Mulana Habib Ahmed Hashmai, Tareekh Altashreeilislami(Karachi: Dar ul ishaat,1978AD) P: 310.
[26] Dr Mustafa Alsabai, Translator Ghulam Ahmad Hariri, Legislative Place of Hadith e Rasool PBUH(Faisal abad : Malik Sons Books Tradors ,1982AD)P: 604,605.
[27] Al Sheikh Muhammad Ali Alsayas, Translator Mulana Muhammad Shahid Moin ,Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:32
[28] Seerat of four Imams (Lahore, Idara Islamiat, 1990AD) P:116
[29] Seerat of four Imams (Lahore, Idara Islamiat, 1990AD) P:116

غرض امام مالکؒ کے طریقہ استنباط کی ممتاز خصوصیات کا خلاصہ پانچ چیزیں ہیں:

5.1. تعامل اہل مدینہ کی حجیت:

وہ عمل اہل مدینہ کو حجت قرار دیتے ہوئے اسے قیاس اور خبر واحد پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ ان دونوں سے قوی تر ہے، اس لیے کہ اہل مدینہ کا عمل آنحضورؐ سے روایت کی حیثیت رکھتا ہے، گویا یہ عمل اہل مدینہ نے اپنے پہلے طبقہ سے، انہوں نے اپنے پہلے طبقہ سے لیا۔ ظاہر ہے کہ جماعت در جماعت کی روایت اکے دکے آدمی کی روایت کی بہ نسبت زیادہ قابل اعتماد اور لائق اطمینان ہو سکتی ہے اور وہ بجا طور پر اس کی مستحق ہے کہ اسے فرد واحد کی کتاب یا سنت کی نص نہ ہو ان کی طرف مصالح مرسلہ پر عمل روایت پر مقدم رکھا جائے۔[30]

امام مالکؒ فرماتے ہیں اہل مدینہ کسی کام کا التزام اسی وقت کرتے ہیں جب وہ ایک شرعی امر ہو۔ عہد رسالت میں صحابہؓ اسی پر عمل پیرا رہے ہوں اور آپؐ نے ان کی تائید فرمائی ہو۔ پھر بعد میں آنے والے اسی پر عامل رہے اور نسلا بعد نسل اس کی پیروی کرتے رہے۔[31]

دوسرے علاقوں کے فقہاء نے امام مالک کے اس اصول سے اتفاق نہیں کیا ان کی دلیل یہ ہے کہ علم سنت صرف اہل مدینہ تک ہی محدود نہیں تھا کیونکہ بہت سے صحابہؓ سنت کا وہ سرمایہ جو ان کے سینوں میں محفوظ تھا، دوسرے علاقوں میں لے گئے تھے، پھر اہل مدینہ معصوم نہیں کہ ان کی روایات کے ساتھ ساتھ ان کا عمل بھی حجت ہو۔ امام لیث بن سعد نے اس سلسلے میں امام مالک کو ایک طویل خط لکھا تھا اور امام شافعی نے بھی کتاب الام میں اس پر مناقشہ فرمایا تھا۔[32]

اہل مدینہ کے تعامل کو حجت قرار دینے کے سلسلے میں جن لوگوں نے مخالفت کی اس میں ابن حزم کا نام پیش پیش ہے۔ ابن حزم نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں امام مالک پر شدید نکتہ چینی کی۔ اسی طرح اپنی کتاب "المحلیٰ" کے بیشتر مباحث میں ان پر لے دے کی ہے۔[33]

5.2. مصالح مرسلہ یا استصلاح:

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز کسی مقصود شرعی کی حفاظت کا ذریعہ ہے مگر شرعاً اس کے معتبر ہونے کی تصریح ہے، نہ اس کے قابل اعتبار ہونے پر کوئی نص وارد ہوئی ہے اس کے اتباع میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس کا تعارض جب کسی اور مصلحت سے ہو تو امام مالک کے نزدیک اس پر عمل کرنا مقدم ہے مثلاً کسی ملزم کو اس خاطر مارنا کہ وہ اقرار کرے امام مالک اس کو جائز رکھتے ہیں اور دوسرے ائمہ کے یہاں جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے وہ بری ہو۔ اب دیکھیے یہاں دو مصلحتوں کا تعارض ہے، ایک تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور انہیں ظلم پیشہ افراد سے نجات دلانا (امام مالک نے اسے مقدم رکھا) دوسرے ایک بے گناہ کی حمایت کرنا اور اسے ایذا سے بچانا۔ (دوسرے ائمہ نے اسے مقدم

---

[30] Al Sheikh Muhammad Ali Alsayas, Translator Mulana Muhammad Shahid Moin ,Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:32

[31] Dr Mustafa Alsabai, Translator Ghulam Ahmad Hariri, Legislative Place of Hadith e Rasool PBUH(Faisal abad : Malik Sons Books Tradors ,1982AD)P:605

[32] Translator Mulana Muhammad Shahid Moin ,Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:33

[33] Legislative Place of Hadith e Rasool PBUH(Faisal abad : Malik Sons Books Tradors ,1982AD)P:605.

سمجھا)امام مالک نے استصلاح پر عمل کرنے میں اس قدر توسع سے کام لیا کہ یہ اصول صرف انہی کی طرف منسوب ہو کر رہ گیا جبکہ یہ ان کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام ائمہ اس پر عمل کرتے ہیں، لیکن دوسرے نام مثلاً استحسان وغیرہ سے۔

5.3. اقوال صحابہؓ:

جب صحابی کا قول صحیح سند سے ثابت ہو، بشرطیکہ وہ صحابی مشیر صحابہ سے ہو، اور اس کے خلاف کوئی حدیث مرفوع موجود نہ ہو، وہ امام مالک کے نزدیک حجت ہے اور قیاس پر مقدم ہے (یہی اصول حنفیہ کا ہے مترجم) امام غزالی نے "المستصفیٰ" میں اس اصول کو بڑی شدت سے رد کیا ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ صحابہ معصوم نہیں، لہذا ان کا قول حجت قطعیہ نہیں ہو سکتا۔ *

5.4. حدیث سے متعلق شرائط:

جن مسائل کا تعلق عموم بلوی سے ہو ان میں حنفیہ کی طرح امام مالک کے نزدیک حدیث کا مشہور ہونا شرط نہیں اسی طرح وہ خبر واحد کو قیاس کی وجہ سے یا راوی کے "خلاف روایت عمل" کی وجہ سے رد نہیں کرتے، نہ وہ قیاس کو خبر واحد پر فوقیت دیتے ہیں۔ وہ حدیث مرسل پر بھی عمل کرتے ہیں البتہ خبر واحد کے لیے وہ یہ شرط قرار دیتے ہیں کہ عمل اہل مدینہ کے خلاف نہ ہو، اور اہل حجاز کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں۔

5.5. استحسان پر عمل:

بہت سے مسائل میں امام مالک نے استحسان پر بھی عمل کیا ہے مثلاً کاریگر پر ضمان عائد کرنا، شاہد و یمین میں مساوات، تنور، چکی اور حمام والوں کو تمام لوگوں کے لیے یکساں اجرت پر مجبور کرنا، البتہ ان کے یہاں "استحسان" میں حنفیہ جیسا توسع نہیں۔[34]

6. ادلۃ الاحکام کے بارے میں امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی آرا:

متاخرین کی طرح آپ کے اصول مذہب چار تھے۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔[35]

امام شافعیؒ نے تفقہ میں فقہائے حجاز اور فقہائے عراق کے اصول و فروع کو سامنے رکھ کر درمیانی راہ اختیار کی، وہ قرآن کے ظواہر کو حجت مانتے ہیں۔ جب تک دلیل نہ ملے کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہے اسکے بعد سنت رسول سے استدلال کرتے ہیں حتی کہ خبر واحد کو قابل عمل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کے راوی ثقہ نہ ہوں اور امام مالک کی طرح تائید میں تعامل اہل مدینہ کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے بعد اجماع پر عمل کرتے ہیں، بایں طور کہ اس کے خلاف کا علم نہ ہو، ان کے نزدیک اجماع کلی کا علم محال ہے، آخر میں قیاس پر عمل کرتے ہیں جس کی تائید کتاب و سنت سے ہوتی ہے خلاف قیاس مسائل یا مسائل مرسلہ کے خلاف ہیں مگر ان ہی کی مانند مسائل پر بعض اوقات عمل کرتے ہیں اور اس کو استدلال کہتے ہیں۔[36]

امام صاحب نے فقیہہ و مفتی اور قاضی کے لیے جو صفات بیان کی ہیں، ان سے ان کا فقہی مسلک بخوبی واضح ہو جاتا ہے، جامع بیان العلم میں کہتے ہیں:

---

[34] Al Sheikh Muhammad Ali Alsayas, Translator Mulana Muhammad Shahid Moin ,Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:33,34.

لیکن کیا ان کے بعد کے لوگ معصوم ہیں کہ قول صحابی کے مقابلہ میں ان کے قیاس کو حجت قطعیہ قرار دیا جاسکے؟ اور کیا فرعی مسائل میں ہر جگہ حجت قطعیہ درکار ہے؟

[35] Legislative Place of Hadith e Rasool PBUH(Faisal abad : Malik Sons Books Tradors ,1982AD)P:618.

[36] Seerat of four Imams (Lahore, Idara Islamiat, 1990AD) P:162

ان القاضي و المفتي لا يجوز ان يقضي او يفتي حتى يكون عالما بالكتاب وما قال اهل التاويل في تاويله و عالما بالسنن ولاثار وعالما باختلاف العلماء حسن النظر ،صحيح الاودورعامشاورا فيما اشتبه عليه[37]

قاضی اور مفتی کے لیے فیصلہ کرنا اور فتوی دینا اس وقت تک جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب اللہ اور اس کی تفسیر کے عالم اور سنن و آثار اور اختلاف علماء کے عالم نہ ہوں، ان میں حسن نظر صحیح فہم، تقوی اور مشتبہ مسائل میں مشورہ میں ہونا چاہیے۔

اختلاف صحابہ کے بارے میں امام صاحب کہتے ہیں کہ ان میں سے جو قول کتاب و سنت اجماع و قیاس کے موافق ہوتا ہے میں اس کو لیتا ہوں، اور ان حضرات میں سے کسی ایک کا قول لیتا ہوں جبکہ کتاب و سنت اور اجماع و دلیل میں اس کو نہیں پاتا ہوں۔

اجتہاد میں امام شافعیؒ کا اصول وہ ہے جو انہوں نے خود کتاب الام میں تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:

"علم کے کئی درجے ہیں:

اول: کتاب اللہ اور سنت جو سند صحیح سے ثابت ہو۔

دوم: اجماع ان مسائل میں جہاں کتاب و سنت کی تصریح نہ ہو۔

سوم: آنحضرتؐ کے بعض صحابہؓ کا قول جبکہ اس کے خلاف کسی کا قول معلوم نہ ہو۔

چہارم: کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال۔

پنجم: گذشتہ درجات پر قیاس کرنا اور کتاب و سنت سے غور و فکر کر کے کوئی چیز نکالنا اور علم بس اوپر سے نیچے علی الترتیب جائے گا۔

ایک اور جگہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"اصل قرآن و سنت ہے وہ نہ ہوں تو ان پر قیاس کرنا اور جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سند صحیح اور متصل سے مل جائے تو وہی آخری مرجع ہے اور اجماع امت، خبر مفرد اور ظاہر حدیث سے بڑھ کر ہے، اور جب حدیث میں متعدد احتمال ہوں تو جو ظاہر سے اشبہ ہو گا وہی راجح اور اولیٰ ہے، اور جب احادیث بظاہر متعارض ہوں تو سند کے اعتبار سے جو حدیث صحیح تر ہو وہ راجح ہو گی۔ منقطع روایات کچھ نہیں، البتہ مراسیل ابن مسیب مقبول ہیں، ایک اصل کا قیاس دوسری اصل پر نہیں کیا جائے گا اور کسی اصل کے بارے میں کیوں اور کیسے کا سوال نہیں، البتہ فرع کے بارے میں "کیوں" کا سوال کیا جا سکتا ہے، اور جب فرع کا قیاس اصل پر صحیح ہو فرع صحیح ہو گی اور استدلال درست ہو گا"۔[38]

[37] Ibid P:162,163

[38] Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:34,35.

الشیخ محمد علی السایس لکھتے ہیں:

امام شافعی قرآن اور سنت صحیحہ کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں اور دونوں کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک حدیث کے لیے بس صحت واتصال شرط ہے۔[39]

6.1. علم حدیث میں امام شافعیؒ کا مقام:

علم حدیث میں امام شافعی کے مقام کے بارے میں ڈاکٹر مصطفی سباعی لکھتے ہیں:

" عظیم فقیہ ہونے کے ساتھ آپ محدثین میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ اولین شخص تھے جس نے روایت کے قواعد وضع کیے۔ حدیث نبویؐ کے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔ اپنی اس رائے کا اعلان کیا جو امام مالکؒ وابو حنیفہؒ دونوں کے خلاف تھی۔ وہ رائے یہ تھی کہ جب حدیث صحیح سند متصل کے ساتھ سرور کائنات ﷺ تک پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ امام مالک نے تعامل اہل مدینہ کی جو شرط لگائی ہے امام شافعی اس کے قائل نہ تھے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ نے جو شروط عائد کی ہیں امام شافعیؒ ان کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ نظر بریں امام شافعیؒ کا شمار اہل الحدیث میں ہوتا ہے اور ان کو ناصر السنۃ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حق بات تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" اور "الام" میں حدیث نبوی کی حجیت واہمیت اس کے دفاع اور قانون اسلامی میں اس کے مرتبہ ومقام سے متعلق جو مباحث تحریر کیے ہیں وہ اس میں تحریر کردہ نہایت قیمتی سرمایہ میں سے ہیں۔ اصول حدیث اور کتاب وسنت کے کسی موضوع پر لکھنے والا شخص آپ کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتا"۔[40]

6.2. الرسالۃ:

احکام کے اصول میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے اصول فقہ تدوین فرمائے اور یہ وہ قواعد ہیں جن پر ہر مجتہد احکام کے استنباط میں ان کی اتباع کرتا ہے اور حضرت ابویوسف ومحمد بن حسن رحمهما الله کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اصول کے بارے میں کوئی کتاب لکھی تھی۔ لیکن افسوس کہ ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم کو دستیاب نہ ہو سکی۔ لیکن جو کچھ ہم تک پہنچا اور جو اس علم کی صحیح بنیاد اور اس میں نظر کرنے والوں کے لیے دولت عظمیٰ ہے تو وہ رسالہ ہے جس کو محمد بن ادریس امام شافعی مکی مصری نے لکھوایا ہے جس میں درج ذیل امور سے بحث کی گئی ہے۔

(1) قرآن اور اس کے بیان سے (۲) حدیث اور قرآن سے اس کی نسبت کا جو مقام ہے (۳) ناسخ ومنسوخ (۴) احادیث کی علتوں سے (۵) خبر واحد (۶) اجماع (۷) قیاس (۸) اجتہاد (۹) استحسان (۱۰) اختلاف۔

فصل اول میں قرآن پاک کی کیفیت اور اس کی مختلف اقسام بیان کی ہیں :

(۱) جس کو اللہ نے اپنی مخلوق کے لیے حکم قطعی قرار دیا جیسے جملہ فرائض۔

(۲) جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا اس کی کیفیت اپنے نبی کی زبانی بیان کی ہو جیسے نماز کی رکعات کی تعداد۔

(۳) جس کو رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا جس میں اللہ تعالی کا کوئی حکم قطعی نہیں ہے۔

---

[39] Ibid.

[40] Legislative Place of Hadith e Rasool PBUH(Faisal abad : Malik Sons Books Tradors ,1982AD)P:618

(۴) جس کو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر اس کے طلب میں اجتہاد فرض کیا ہے اور اجتہاد سے ان کی اطاعت کی آزمائش ہو جیسے اور فرائض میں اطاعت کی آزمائش ہو اور ہر قسم کی متعدد مثالیں دیں جو سمجھنے کے لیے کافی ہوں۔

پھر بیان کیا کہ قرآن عربی میں ہے اس میں کوئی چیز زبان عرب کے سوا نہیں ہے اور ان لوگوں سے مناظرہ کیا جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں عربی اور عجمی دونوں زبانوں کے الفاظ ہیں۔ اس کے بعد بیان فرمایا ہے کہ سنت اللہ سبحانہ وتعالی کے حکم سے اتباع کے لیے فرض کی گئی ہے اور یہ حکمت ہے جس کا ذکر اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے:

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[41]

ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیا کریں

اسی طرح یہ ارشاد الہی:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ[42]

اور تم ان آیات الہیہ کو اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے

انہوں نے سنت کی حجیت پر تفصیلی دلائل قائم کیے اور پھر فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتیں اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ دو طریقوں سے متعلق ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کا اتباع اسی طرح کیا جس طرح اللہ تعالی نے اتارا ہے اور دوسری مجمل ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے تشریح بیان اور اس کی وضاحت کی ہے اور یہ کہ وہ خاص ہے یا عام ہے اور بتایا ہے کہ بندے ان پر کیسے عمل کریں۔ لیکن ہر دو میں آپ نے اللہ تعالی کے کلام کا اتباع کیا ہے۔ تیسری قسم کی وہ احادیث ہیں کہ جن کے متعلق قرآن مجید کا حکم صریح نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے تو اس کو جائز قرار دیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ان کی کوئی ایسی سنت نہیں ہے جس کی اصل قرآن مجید میں سے نہ ہو تو جو کچھ آپ نے حلال و حرام فرمایا وہ اصل اللہ تعالی کے حکم کی تفصیل ہے جیسے نماز اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے پاس اللہ کا پیغام آیا تو آپ نے اللہ تعالی کے حکم سے حدیثوں کو مسنون فرمایا اور بعضوں نے کہا کہ تمام حدیثیں بذریعہ الہام آپ کے دل میں ڈالی گئیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو کچھ بھی ہو بہر حال اللہ تعالی نے اپنے رسول کی اطاعت فرض کر دی۔

اس کے بعد ناسخ و منسوخ کے بارے میں آپ نے کلام کیا پھر ظاہر کیا کہ قرآن میں کبھی نسخ ہوتا ہے اپنے مخلوق پر رحم اور توسع کے لیے اور ان پر جو نعمت کی ابتدا کی گئی تھی اس کی زیادتی کے لیے اور ظاہر کیا کہ قرآن مجید صرف قرآن ہی سے منسوخ ہوتا ہے حدیث سے قرآن کا نسخ نہیں ہو سکتا بلکہ حدیث قرآن کے تابع ہوتی ہے کبھی بعینہ نص قرآن کا اتباع کرتی ہے اور کبھی اللہ تعالی کے مجمل کلام کے مرادی معنی کی تفسیر کرتی ہے اسی طرح حدیث بھی حدیث ہی سے منسوخ ہو سکتی ہے اور ان کی دلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں کی رائیں جو حدیث سے کم درجہ پر ہیں حدیث کو منسوخ نہیں کر سکتیں مگر وہ قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہیں، مگر اس کے ساتھ کوئی ایسی سنت بھی ہو جو ظاہر کرے کہ وہ منسوخ ہے اور وہ احتیاط کی بنا پر ہے کہ لوگ عموم قرآن کو لے کر کہیں خاص سنتوں کو نہ چھوڑ دیں اور یہ دلیل پیش کریں کہ عموم قرآن خاص سنت کا ناسخ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کے بعد خبر واحد کے ثبوت میں بحث کی ہے اس کی حجت ہونے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ پھر اجماع کے مسئلہ میں بحث کی ہے اور اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات سے دلیل بیان کی ہے جن کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت مسلمین کے لزوم کی ترغیب دی ہے اور کہا کہ اس کے معنی بجز اس کے نہیں ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت جس چیز کو حلال و حرام کہتی ہے اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔

---

[41] Al Quran 2:129
[42] Al Quran 33:34

پھر قیاس واجتہاد پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں اور قیاس کی دو صورتیں ہیں۔ایک تو یہ کہ چیز اصل کے معنی میں رہے کہ اس میں قیاس مختلف نہ ہو،دوسری یہ کہ ایک چیز کے اصول میں متعدد مشابہ چیزیں ہوں اس وجہ سے اس چیز کا قیاس اس سے کیا ہو جو اس سے زیادہ متعلق ہو اور اس سے مشابہ ہو اور اسی میں قیاس کرنے والے مختلف ہوتے ہیں اور انہوں نے قیاس کو حجت بیان کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ وہ امور دین سے ہے اور اجتہاد سے جو اختلاف پیدا ہوا اس میں وسعت دی۔پھر استحسان سے بحث کی اور اس کے قائلین کی تردید کی اور استحسان یہ ہے کہ جو حدیث وقیاس کے بغیر ہو اور یہ بھی بتایا کہ کس کو قیاس کا حق ہے پھر فرمایا کہ قیاس کی کئی وجوہ ہیں۔ جس میں قوی تر یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں یا رسول اللہ ﷺ تھوڑا سا حرام بتائیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کا قلیل حرام ہو گا تو اس کا کثیر بھی حرام ہو گا پھر اختلاف کے بارہ میں بحث کی ہے اور بیان کیا کہ کس چیز میں اختلاف جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جس بات کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حجت کے طور پر یا نبی کریم ﷺ کی زبان پر حکم صریح قرار دیا ہو تو اس میں اختلاف جائز نہیں اس کے لیے جو اس کو جان لے۔۔اور جس میں اختلاف جائز ہے اور وہ وہ ہے جس میں تاویل کا احتمال ہے یا قیاس سے معلوم ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ بہت سی مثالیں دی ہیں کہ جن کے احکام انہوں نے قیاس سے مستنبط کیے ہیں اور جو لوگ قیاس میں ان کے مخالف ہیں ان سے مناظرہ کیا ہے جس سے ان کی قوت تعبیر اور کثرت اطلاع کا ثبوت ملتا ہے۔[43]

امام شافعیؒ اقوال صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے کیونکہ ممکن ہے ان کا قول بر بنائے اجتہاد ہو،اگر کسی صحابی نے،یا تابعی نے یا کسی علاقے کے لوگوں نے کسی حدیث پر کسی قدح کی وجہ سے عمل نہیں کیا تو امام شافعی کے نزدیک یہ ترک عمل قابل التفات نہیں، ممکن ہے یہ قدح غفلت یا عدم حفظ کی وجہ سے ہو کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ صحابہ نے بہت سے مسائل میں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا، بعد ازاں فتویٰ کے مطابق حدیث ملی تو وہ خوش ہوئے،یا ان کے فتویٰ کے خلاف حدیث ملی تو انہوں نے رجوع کر لیا۔[44]

امام شافعیؒ استحسان کے قائل نہیں،انہوں نے "ابطال الاستحسان" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس استحسان کا امام شافعی نے انکار کیا ہے یہ وہ استحسان نہیں جس میں حنفیہ نے توسع کیا ہے اور مالکیہ نے بھی اس پر عمل کیا ہے، کیونکہ اس کا حاصل ہے "دو دلیلوں میں سے قوی تر کو لینا"۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ استحسان بایں معنی امام شافعی کے نزدیک اسانید فقہ سے نہیں ہو گا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے خود اس استحسان پر عمل کیا ہے اور اس پر بہت مسائل متفرع کیے ہیں،البتہ انہوں نے اس کی بجائے دوسرے نام رکھے مثلاً استصحاب، مناسبت وغیرہ۔ دراصل امام شافعی کو اس نام سے نفرت تھی۔ یہ بات ان کے اس ارشاد سے سمجھی جا سکتی ہے

"من استحسن فقد شرع "

جس نے استحسان کیا اس نے شریعت وضع کی

امام شافعیؒ جس استحسان کے منکر ہیں وہ یہ ہے کہ بلا دلیل محض خواہش نفس کی بنا پر کوئی حکم کر دیا جائے۔ امام شافعی قیاس پر اس وقت عمل کرتے ہیں جبکہ اس کی علت منضبط ہو۔ وہ "مصالح" کے قائل نہیں اس کی بجائے "مناسبت" کے قائل ہیں۔ وہ اہل مدینہ کے عمل کو حجت نہیں سمجھتے اور اس کے رد کرنے میں انہوں نے طویل کلام کیا ہے۔[45]

---

[43] Sheikh Muhammad Khizri Bik,Translator Mulana Habib Ahmed Hashmai, Tareekh Altashreeilislami (Karachi: Dar ul ishaat,1978AD) P:296

[44] Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:35,36.

[45] Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:35,36.

7. ادلۃ الاحکام کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی آراء:

امام احمدؒ کے اجتہاد کا طریقہ امام شافعی کے طریقہ کے قریب قریب ہے کیونکہ امام احمد نے امام شافعیؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ حافظ ابن قیم، اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبلؒ کے فتاویٰ چند اصولوں پر مبنی ہیں:

7.1 نصوص:

یعنی قرآن کریم اور حدیث مرفوع، اگر نص موجود ہو تو وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور مخالف کی طرف التفات نہیں کرتے۔ خواہ کوئی ہو۔۔۔ وہ حدیث صحیح کے مقابلے میں کسی عمل، کسی رائے، کسی قیاس اور کسی صحابی کے قول کو مقدم نہیں سمجھتے ہیں۔ نہ عدم علم بالمخالف (اجماع سکوتی) کو جس کا نام بہت سے لوگ اجماع رکھتے ہیں اور اسے حدیث صحیح پر فوقیت دیتے ہیں۔

7.2 فتاوی صحابہ کرامؓ:

فتاویٰ صحابہ جب کسی مسئلہ میں صحابی کا فتاوی موجود ہو اور اس کا کوئی مخالف معلوم نہ ہو تو امام احمد اسے چھوڑ کر کسی دوسری طرف نہیں جاتے۔ اور اوہ اسے اجماع قرار نہیں دیتے اور اس پر بعد کسی عمل کسی رائے اور کسی قیاس کو مقدم نہیں سمجھتے۔

7.3 اقرب الی الکتاب والسنہ قول کی طرف رجوع:

جب کسی مسئلہ میں صحابہؓ کا اختلاف ہو تو ان میں سے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہو۔ وہ اقوال صحابہؓ سے باہر نہیں جاتے۔ اگر وہ اقوال صحابہؓ میں سے کسی قول کو ترجیح نہ دے سکیں تو اختلاف کو نقل کر دیتے ہیں اور کسی قول پر جزم (پختہ فیصلہ) نہیں کرتے۔

7.4 مرسل اور ضعیف حدیث اختیار کرنا:

امام احمدؒ حدیث مرسل اور ضعیف کو بھی لیتے ہیں، جبکہ اس باب میں اس کے خلاف کوئی چیز نہ ہو۔ ضعیف سے مراد باطل اور منکر نہیں، نہ وہ روایت جس میں کوئی متہم راوی ہو اور جس پر عمل کی گنجائش ہی نہ ہو۔ حدیث ضعیف ان کے نزدیک صحیح کے مقابل اور حدیث حسن کی ایک قسم ہے۔ وہ حدیث کی تقسیم صحیح، حسن، ضعیف کی طرف نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک حدیث کی دو ہی قسمیں ہیں، صحیح اور ضعیف۔ پھر ضعیف کے ان کے نزدیک مختلف مراتب تھے۔ بہر کیف جب حدیث ضعیف کے خلاف نہ کوئی اثر ہو نہ صحابی کا قول اور نہ اجماع امت کے خلاف ہو تو امام احمد کے نزدیک اس پر عمل کرنا قیاس کی بہ نسبت اولیٰ ہے۔

7.5 قیاس:

قیاس ان کے نزدیک بوقت ضرورت قابل عمل ہے، جب کہ اس مسئلہ میں نہ کوئی حدیث ہو، نہ قول صحابی، نہ حدیث مرسل، نہ ضعیف تو قیاس پر عمل کرتے تھے اور جب دلائل میں بظاہر تعارض ہو تو توقف فرماتے تھے اور جس مسئلہ میں سلف سے کوئی اثر منقول نہ ہو اس میں فتویٰ دینے سے منع کرتے تھے اور اسے ناپسند فرماتے تھے۔ فقہائے محدثین اور امام مالک کے متبعین کے لیے فتویٰ کی اجازت دیتے اور لوگوں کو ان کی طرف رہنمائی فرماتے تھے اور جو لوگ حدیث سے اعراض کرتے ہوں ان کے فتویٰ سے احتراز فرماتے تھے۔[46]

[46] Fiqh w Ijtihad , Monthly Bayyant Karachi ,Journal No :1,V:18,1971AD)P:36,37.

8. حاصلات بحث:

1. شرعی دلائل احکام کے استنباط اور جدید فقہی مسائل کے حل کے لئے اہم ہیں۔
2. فقہاء کے نزدیک کتاب و سنت کو اولیت اور اہمیت حاصل ہے۔
3. فقہاء اولین مصادر شریعہ میں متفق ہیں اور بعض ثانوی مصادر شریعت میں اختلافات رکھتے ہیں۔
4. فقہا کے نزدیک خبر واحد، تعامل مدینہ، ضعیف احادیث، اقوال صحابہ و تابعین کی ترجیحات میں فرق ہے۔
5. ان شرعی دلائل کو جاننے سے مسائل حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔
6. امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے اہل حدیث (محدثین) فقہا نے ان مآخذ کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔
7. امام شافعی کی کتب الرسالہ اور کتاب الام کو اصول فقہ میں اہم مقام حاصل ہے۔ کتاب الام میں اصول کے علاوہ متن فقہ بھی شامل ہے۔
8. نوازل یعنی نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کے لئے ادلۃ الاحکام کا جاننا بہت ضروری ہے۔
9. ہر فقہی مکتب فکر کے عالم کو کسی بھی مسئلے میں اپنے امام کی رائے کو جاننا بہت ضروری ہے۔

This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)